Title – INSAAN KE JEHEL KE BAYAAN MEIN

Creator – Henry Richard Williams; mutarjuma Munshi Shambhu Dayal.

Publisher – Matba Nazair Qanoon Hind (Allahabad).

Date – 1894

Pages – 16.

Subjects

اشیاء المکنونة الربانیة خالصة لربنا وما ھی
الظاھرة فلنا ولذریاتنا

وعظ پندرھوان

# انسان کے جہل کے بیان مین



جسکو

ہنری رچرڈ ولیمس ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول شاہجہانپور نے

انگریزی سے ترجمہ کیا

منشی شنبھو دیال کے اہتمام سے

مطبع نظائر قانون ہند الہ آباد مین چھپا

۱۸۹۴ع

# وعظ پندرہوان

## انسان کے جہل کے بیان مین

(واعظ کی کتاب آٹھوان باب ۱۶ و ۱۷ آیتین)

جب مین نے اپنا دل لگایا کہ حکمت سیکھون اور جوکچہہ زمین پر کیا جاتا ہے دیکھون تب مین نے خدا کے سارے کامون پر نگاہ کی (اور جانا) کہ انسان اوس کام کو جو آفتاب کے نیچے کیا جاتا ہے دریافت نہین کرسکتا ہے اگرچہ انسان محنت سے اوسکی تلاش کرے توبھی وہ اوسکو دریافت نہ کریگا یہان تک کہ اگر مرد دانا اوسکے دریافت کرنیکی فکر کرے تاہم وہ اوسکو نہ پاسکے گا۔

حضرت سلیمانؑ کی تصنیفات مین بہت سے خیالات جو انسان کی فطرت اور اوسکی زندگانی سے متعلق ہین پائے جاتے ہین۔ اور اس کتاب (واعظ) مین آنحضرت نے وہ خیالات جو نظام عالم سے متعلق ہین ایزاد کیے ہین اور یہ امر خلاف قیاس نہین کہ انسان کی زندگانی اور عمل کا دیگر امور کی نسبت (جسقدر آنحضرت نے بیان کیا ہے) زیادہ بیان

کرنیکا باعث یہ ہو کہ آپکو قانون قدرت کے نظام عام کی تفتیش مین اطمینان کم حاصل ہوا ہو اور اشکالات زائد پیش آئے ہون۔ بہر حال ہر دو امور پر باہم غور کرنیکے بعد وے (حضرت سلیمان) خدا کے کامونکی نسبت اور اوسکی پروردگاری کے طریقہ کی نسبت جو اس عالم کی حکومت مین مرعی ہے کمال عدم واقفیت کا اظہار کرتے ہین اور پلے درجہ کی محنت اور تکان کا جو اونکو اون امور کی جستجو مین اور اون پر تعمق کے ساتھہ نظر کرنے مین در پیش ہوئی تھین اظہار کرتے ہین اور اون باتون کی نسبت جو بظاہر اونکے مشاہدہ مین آئین اور اوس حق جو اس عالم مین ہو رہا تھا کمال ناکامی اور دردسری اور نیز دل تنگی کا اظہار کرتے ہین۔ اس تمام غور و معاینہ اور اوس نتیجے نے جو ان سے برآمد ہوتا ہے یعنی رنج اور پریشانی اور اپنے جہل لازمی کے علم نے مختلف خیالات آنحضرت کے دلمین پیدا کئے مگر با ایں ہمہ نادانی اور غیر اطمینانی کے کوئی نہ کوئی بات ہے جس پر حضرت یقیناً تکیہ کرتے اور بہروسہ رکھتے ہین۔ کوئی نہ کوئی بات ہے جو اس کل ماجرے کا نتیجہ ہے اور انسانکو محض اوسی بات سے سروکار ہے۔ پس اونکے طرز بیان اور سلسلۂ خیالات کی تقلید کر کے ہم ذیل کی باتون پر غور کرینگے۔

(۱) آیت مسطورہ بالا کا دعوی (انسان کا جہل) کہ دانشمند سے دانشمند اور ہوشیار سے ہوشیار آدمی خدا کے کامون اور راہونکو سمجہہ نہین سکتا ہے

(۲) اس امر معلومہ اور ہماری جہالت کی واقفیت اور وہ خیالات جن پر وہ آمادہ کرتے ہین ان سب کے حقیقی نتائج کیا ہین۔

(۲) دانا سے دانا اور ہوشیار سے ہوشیار آدمی خدا کے کامونکو اور اس جہان کی آفرینش اور انتظام کے بارہ مین اوسکی پروردگاری کے طریقون اور نشانون کو سمجھہ نہین سکتا ہے۔

آفرینش تو ہماری فکر کی پہونچ سے کلیتہً اور مطلقاً بیرون اور ہماری حد رسائی کی غایت سے باہر ہے اور باینہمہ جسقدر یقینی ہے کہ معلول کے واسطے علت کا ہونا لابدی ہے اوسیقدر یہ امر بھی یقینی ہے کہ خدا نے اس جہانکو بنایا ہے حق تو یہ ہے کہ اکثر اوقات نہایت عالم شخص کی واقفیت صرف معلول ہی تک ہے اور رہے علل اونکی ناواقفیت کی نسبت تو عالم اور جاہل دونون برابر ہین۔ وہ قوانین جنکے ذریعہ سے ایک مادہ دوسرے مادہ پر اثر کرتا ہے کیا ہین مگر چند تاثیرات جنکا تواتر دیکھکر بعض شخصون نے قواعد کلیہ معین کیئے ہین؟ موجودات کی اصل فطرت اور حقیقت الحقیقت سے بھی ہم مطلقاً ناواقف ہین۔ یہ سب باتین ہماری رسائی سے اسقدر باہر ہین کہ اونکی وزہ سی جھلک تک معلوم نہین ہوتی علی ہذا القیاس جسقدر ہم اپنے گرد وپیش کی اشیا سے ناواقف ہین اوسیقدر اپنی خود ذات سے بھی ناواقف ہین مثلاً یہ کہ ہم کس طرح بنائے گئے ہین ہمارا وجود کس نہج پر جاری اور قائم ہے ہمارے نفس ناطقہ کے قوی کیا ہین اور کس پر اونکا عمل موقوف ہے۔ مین ہیبت خیز اور حیرت انگیز طرح پر بنایا گیا ہون تیری دستکاریان عجیب حیرت افزا ہین اور اوسکا میری روح کو خوب یقین ہے۔ ہماری خود فطرت اور اشیائے گرد وپیش ہمارے تفحص کے شوق کو برانگیختہ کرتی ہین۔ مگر ہم ایسی حالت مین نہین ہین کہ اوس شوق کی سیری کرسکین۔ ہر ایک بھید جو کھل جاتا ہے۔ ہر ایک نئی تحقیقات

جو ظہور مین آتی ہے - ہر ایک جدید اثر جو دیکھنے مین آتا ہے ہمکو یقین دلاتا ہے کہ بہتیرے
اور اسرار ہین جو ہنوز پوشیدہ ہین اور جنکا ہمکو قبل اسکے گمان بھی نہ تھا - اور فرض کرو
کہ ہمکو کل کائنات سے اوسیطرح پر اور اوسیقدر کماحقہ واقفیت حاصل ہوتی جیسی کہ
ہمکو کسی ایک شئے سے جو کائنات مین ہے واقفیت حاصل ہے تو کیا؟ اس
کل علم کائنات کی مقدار کیا ہوتی؟ سچ تو یہ ہے کہ وہ شوق تحقیق جسکی تشفی ایسی سطحی
واقفیت سے ہو سکے ازبس ذلیل ہوگا - برخلاف اسکے کیا ایسی واقفیت اس
امر کی ممد نہ ہوگی کہ ہمارے جہل پر ہمکو اور بھی یقین دلاوے اور ہمارے شوق تحقیق
کو خود ماہیت اشیا اور اونکے موجد اور اونکی علل اور اونکی غایات کے دریافت
کرنے پر اوبھارے؟

رہا انتظام اس عالم کا - اگرچہ ذیل کی باتون پر غور کرنے سے یعنی
اون علل غائیہ پر جو ہمارے دریافت مین آسکتی ہین اور اوضاع انسانیہ پر یعنی لیاقت
اور عدم لیاقت پر مورد شفقت اور مورد نفرت ہونے پر جو فردًا فردًا نیکوکار اور بدکار
سے متعلق اور جسکے وہ مستحق ہین لہذا اس شفقت اور عدم شفقت کا الٰہی قوات مین
ہونا جو اشیا کو جیسی کہ وہ نفس الامر مین ہین دیکھتی ہو لازمی ہوگا - مین کہتا ہون
کہ امور مذکورہ بالا پر غور کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ ہم پروردگار کے منشات
کو اس عالم کے انتظام مین کسیقدر دریافت کر سکین اور یہ وقوف ہمکو دین اور
نیکوکاری کی تعمیل پر مجبور کرنے کے واسطے کافی ہو - تاہم چونکہ سلطنت عالم
کی وسعت کے اعتبار سے غیر محدود اور زمانہ کے اعتبار سے بے پایان ہے
لہذا اوسکی انتظام و نسق مجموعی کی فہمید بالضرور ہماری رسائی سے باہر ہوگی - اور چونکہ

متعدد حصون کو ایک دوسرے کے ساتھہ سلسلۂ اتقیا و اور تعلق معلوم
ہوتا ہے جس سے فی الواقع کل ملکر ایک انتظام یا حکومت واحدہ ترکیب
پاتی ہے لہذا ہم بغیر کل سے واقف ہوئے کسی حصہ سے پوری واقفیت حاصل
نہین کر سکتے ہین - فی الحقیقت چاہئے تو یہ کہ اسباب سے ہمکو یقین کلی ہو جاوے
کہ اوس جزوی حصے کے جو اس عالم مین ہمارے دیکھنے مین آتا ہے ہم ایسے محقق
معتبر نہین ہین جیسا کہ ہمکو گمان ہے - کوئی دل ان باتون پر جیسا چاہئے فکر
نہین کر سکتا ہے اور کون اوسکی راہ جانسکتا ہے ؟ وہ ایک طوفان ہے جسکو
کوئی شخص دیکھہ نہین سکتا - کیونکہ بیشتر تو اوسکے کام پوشیدہ ہین - اوسکی عدالت
کے کامون کا کون بیان کر سکتا ہے ؟ کیونکہ اوسکا عہد فاصلہ پر ہے اور جانچ
کل اشیا کی انجام مین ہے - یعنی خدا کے برتاؤ بنی آدم کی نسبت ہنوز اختتام کو
نہین پہونچے اور اوس حصہ کے ذریعہ سے جو ہمارے پیش نظر ہے اونپر حکم لگایا
نہین جا سکتا ہے - پس کوئی آدمی نہین کہہ سکتا ہے کہ یہ شے اوس شے سے بدتر ہے
کیونکہ وے اپنے وقت پر پسندیدہ ٹھہرینگی - تیری وفاداری ابر اور بادلون تک
ہے - تیری راستبازی مثل مستحکم پہاڑون کے قائم ہے - تیری عدالتین مثل
عظیم الشان سمندر کے ہین - اوسنے ہر شے کو اپنے اپنے وقت مین جمال بخشا ہے
اور نیز اوسنے امورات دنیا کو اونکے دل مین مرتسم کیا ہے - پس کوئی شخص اوس کام
کو جو خدا شروع سے آخر تک کرتا ہے دریافت نہین کر سکتا ہے - اور پولوس
رسول ایک طول طویل تقریر کو جو اوسنے پروردگار کے مختلف مقدرات پر کی
ہے اسطرح پر انجام دیتا ہے - واہ واہ خدا کی دانش اور علم کا سرمایہ کیا ہی عمیق ہے

اوسکی عدالتین دریافت سے کیسی باہر اور اوسکی راہین حد فہم سے کیسی دور ہین کسنے خداوند کے منشا کو جانا ہے؟

پس پروردگاری کا نظم و نسق یعنی خدا کی راہین اور کام ایسے وسیع اور اونکی حدود ایسی عریض ہین کہ ہمارے فہم مین ہرگز آ نہین سکتین۔ اس دنیا کی ساخت اور اوسکے انتظام مین اس درجہ قوت اور دانش اور خوبی صرف مین آئی ہے (اگر ہم ایسے طرز بیان کے مجاز ہون) کہ اوسکی سمائی ہم مین ہو نہین سکتی یعنی ہم اوسکو سمجھہ نہین سکتے۔ قوت اور دانش اور خوبی تو خدا کے سب کامون مین جو ہماری نظر مین آتے ہین نمایان ہے لیکن ان ہر سہ کے بے انتہا خزانے آفرینش کی بے پایانی مین بھی اوس درجہ صرف مین آئے ہین کہ کل عالم کا کوئی ایک حصہ پورا پورا سمجھہ مین آ نہین سکتا ہے جب تک کہ وہ تعلق اور علاقہ جو اوس حصہ کو کل سے ہے داخل نہ کیا جاوے اور یہ وہ بات ہے جسکے واسطے ہم قوی نہین رکھتے ہین*

اور جس طرح کہ خدا کے کام اور اوسکی سلطنت کا انتظام ہماری حد لیاقت سے کہ ہم اونکو پورا پورا سمجھہ سکین باہر ہین اسیطرح ممکن ہے کہ وجوہات معقول کی نظر سے بہت سی اشیا کا جنکے سمجھنے کی ہم شاید طبعی لیاقت رکھتے ہون (یعنی بہت سی باتون کا منصوبون اور تدبیرون اور منشات کے اعتبار سے جو خدا اپنی پروردگاری مین دنیا کے نظام کی نسبت مرعی رکھتا ہے) ہم سے پوشیدہ رکھا جانا ابتدا ہی مین مناسب قرار پایا ہو۔ ایسا خیال ہرگز بعید عقل نہین کہ غیر متناہی قوت اور دانش اور خوبی کے بعض مظاہر پر جنکے مشاہدہ سے کسی نہ کسی طرح پھر ہم اپنی برداشت سے زیادہ حیرت زدہ رہجاتے عمداً

پردہ کھینچا گیا ہو یا یہ کہ اونکے ہمپر کھول دئے جانیکی نسبت اونکے پوشیدہ رکھے جانے سے بہتر مقاصد مدنظر رکھے گئے ہین اور نیز بر آتے ہین ممکن ہے کہ قادر مطلق اون مقاصد اور اغراض کے لئے جنکی جھلک تک ہمکو دکھائی نہین دیتی یا جنکا تصور ہم ہرگز کر نہین سکتے ہین بادلون اور تاریکی کے پردہ مین آپکو مخفی کرتا ہو۔

بہرحال مخلوق کا اپنی زیست کے کسی نہ کسی درجہ مین فرض کرو کہ بچپن مین ایک تربیت اور ترقی کی حالت مین رکھا جاتا جسمین اونکے صبر اور متابعت کی آزمایش تکلیفون کے ذریعہ سے کیجاوے اور جسمین بدی کی تحریکات کا مقابلہ کرنا پڑے اور اپنے فرائض کے ادا کرنے مین مشکلات پیش آوین یقیناً قرین عقل ہے اور جسکے متعرفع ہو سکتے تھے۔ جائے غور ہے کہ جب اس زندگانی کی بڑی سی بڑی خوشیان اور تکلیفین امید اور خوف اور دیگر جذبات و کیفیات نفس کے ذریعہ سے مغلوب اور معرض التوا مین رہ سکتی ہین (اور یہ امر عیان ہے) تو اس صورت مین دین کی شہادت اور نیکی و بدی کے نتیجو نکے تیقن کا اوس درجہ قوی ہونا ممکن تھا کہ ہر حالت مین تکالیف اور مشکلات اور بدی کی تحریکات پر سراسر غالب آوے یعنی اونپر اوس درجہ غالب آوے کہ اونکا وجود کالعدم ہو جاوے مگر حالت تربیت اور ترقی کے خود تصور ہی سے جسکا ابھی ذکر ہوا دین کی اور نیکی اور بدی کے نتایج کی ایسی عیان یا محسوس شہادت اور تیقن کا ہونا بالضرور خارج ہو جاتا ہے۔ دینداری اطاعت پر اور حق تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے پر مشتمل ہے۔ ہماری کیفیت اس عالم مین ایسے مزاج کے حاصل کرنے کیلئے

ایک محل ریاضت ہے۔ ہمارا جہل اور ہماری عقل کی کم ظرفی اور تحریصات اور مشکلات اور تکلیفین جو ہمارے لاحق حال ہوتی ہین یہ سب کی سب امر مذکور کی برابر مویدہین پس بیان اجمالی کو اور وضاحت دیجا سکتی ہے اور جو شخص توجہ کریگا اوسکو صاف معلوم ہوگا کہ ادنے درجہ کی شہادت کے ساتھہ عمل مین کم دشواری کا ہونا باعتبار وقعت کے اعلیٰ تر شہادت کے ساتھہ عمل مین زیادہ تر دشواری ہونے کے مساوی ہے لہذا حالت تعلیم کے تصور مین اشکالات نظری اوسیقدر داخل ہین جسقدر اشکالات عملی داخل ہین۔ پس ایک ہی وجہ یا بیان دونون کی نسبت صادق آئیگا۔ مثلاً اگرچہ ادنیٰ شہادت یا عدم شہادت پر کسی امر کے تسلیم کرنے کو بہ نسبت اسکے کہ وہ امر قطعی ثبوت پر تسلیم کیا جاوے زیادہ خوبی مین داخل کرنا فی الحقیقت ایک امر بعیداز عقل ہے تاہم ادنیٰ درجہ کی شہادت پر اپنے فرایض کا پورا پورا ادا کرنا بمقابلہ اعلیٰ تر درجہ کی شہادت پر اپنے فرایض کو اوسیقدر جانفشانی کے ساتھہ ادا کرنے کے ایک بہتر خصلت پر دلالت کرتا ہے۔ امر مذکور سے ہمارے نجات دہندہ کے قول کا

پورا پورا بیان اور تشریح ہوسکتی ہے۔ مبارک ہین وہ جنھون نے نہین دیکھا اور باوجود اوسکے ایمان لائے یعنی کمتر درجہ کی شہادت پر بہ نسبت اوسکے جسپر طامس جس سے وہ مخاطب ہے اصرار کرتا تھا عیسائی ہوئے اور انجیل کی اطاعت قبول کی۔

بہرصورت اگر استفسار کیا جاوے کہ ہم اس جہل کی حالت مین کیون رکھے گئے ہین تو اسکا جواب وہی ہوسکتا ہے جو اس استفسار کا کہ ہمکو قدرت سے بال و پر عطا کیون نہ ہوئے جواب ہوگا اور وہ یہ ہے کہ ہم اس دنیا کی بود و باش کے لئے بنائے گئے ہین۔ مجکو ایسا گمان ہوتا ہے کہ ہمارا خیال اپنی نسبت اور

اوس درجہ کی نسبت جو ہمکو آفرینش مین حاصل ہے اور اپنے استحقاق کی نسبت حد سے
تجاوز کر گیا ہے۔ وہ کونسا دائرہ عمل ہے اور کون سی خدمت ہے جو انسان کے
لئے معین کیگئی اور وہ اوسکے انجام دینے کے لئے پوری پوری لیاقت اور علم
نہین رکھتا ہے ۹ ظاہر ہے کہ انسان کو عقل اور علم اور دیگر قوی اوس سے اعلی تر
عطا ہوئے ہین کہ اس عالم کے کاروبار کے لئے ضرور ہون یعنی ایسے قوی کہ اگر
اوس تعلق کا جو وہ اس عالم کے علاوہ اور پرے رکھتے ہین لحاظ نہ رکھا جائے
تو فضول معلوم ہوتے ہین۔ اگر علم ہی حاصل کرنا ہمارا آل کار ہوتا تو ایسی
صورت مین ہماری سروسامانی مین واقعی کمی ہوتی لیکن اگر ہماری خدمت اور فرائض
کچھ اور ہی ہین تو ممکن ہے کہ باوجود اپنے اس جہل کے ہمکو اونکے ادا کرنے کے لئے
کافی و وافی سامان عطا ہوا ہو اور اپنے جہل کا علم ہونا اوس فرائض کے بجالانیمین کارآمد ہو
(۱) اب غور کرنا چاہئے کہ اپنی اس جہالت کے علم اور مشاہدہ اور اون خیالات
کے جنپر وہ آمادہ کرتے ہین نتائج کیا ہین۔

اول۔ ہم اوس سے سیکھہ سکتے ہین کہ دین کے بارہ مین انسان کو
کیسی طبیعت سے تفتیش کرنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ ہمکو اوسمین اشکالات ملنے کا
متوقع ہونا چاہئے اور ہماری طبیعت کا میلان اسطرف ہونا چاہئے کہ جو کچھ
سچی شہادت دستیاب ہو قبول کرین اور اوسپر اکتفا کرین۔

اوسکو اول ہی سے امورات مخفی و پوشیدہ کا جنکو وہ پورا پورا ہرگز
نہ سمجھہ سکیگا یعنی اونکی تہ کو نہ پہنچیگا متوقع ہونا چاہئے۔ اسیات کا کہ کل معاملات
کی کیفیت جو اشکالات اور تعرضات سے پاک ہو تمام و کمال صاف صاف ذہن مین

آجائے متوقع ہونا اپنی فطرت اور حیثیت کا فراموش کرنا ہے کیونکہ دونوں مین سے ایک بھی اس قسم کی وقفیت کا ہونا نسبت کسی علم کے تسلیم نہین کرتی ہے۔ اور توقع مذکور پر تفتیش کرنا نہ انسان کی بلکہ کسی اور قسم کے مخلوق کی حیثیت مین تفتیش کرنا ہے۔

انسان کی جہالت عامہ سے اچھی طرح واقف ہونے سے ہم مین ایسا رجحان جو ہر طرح کی شہادت کے بشرطیکہ واقعی ہو اختیار کرنے اور اوسپر اکتفا کرنے پر آمادہ کرے پیدا ہوگا۔ اسکا ذکر اوس رجحان کے مقابلہ مین (جسکی نظیرین ہرگز کم نہین) جو شہادت مین اس لئے کہ وہ حسب دلخواہ نہین ہے نقص نکالنی اور اوسکو رد کرتی ہے کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص شفق کی روشنی مین چلے تو کیا اوسکو اپنی آنکھون سے اوسیقدر کام لینے کی ضرورت نہ ہوگی کہ گویا وہ روز روشن کی صاف روشنی مین چلتا ہے؟ یا اگر اوسکو رات مین سفر کرنا پڑے تو کیا پو پھٹنے اور دن کے ستارہ کے طلوع ہونے تک کسی روشنی پر جو تاریکی مین چمکتی ہو التفات نہ کریگا۔؟ اوسکا ایسا خیال کرنا کہ دن کی روشنی ہوتی تو کیا خوب ہوتا خلاف عقل نہ ہوگا کیونکہ شاید اوسکو گرد و نواح کے ملک کو دیکھنے کا اشتیاق ہو اور ممکن ہے اوسکو اسبات کا افسوس ہو کہ تاریکی نے دور و دراز مناظر کو اوسکی آنکھون سے اوجھل کر رکھا ہے اور خواہش کرتا ہو کہ سورج اوس تاریکی کے پردہ کو دور کرے لیکن اوس ہدایت اور رہنمائی کو جو اوس ادنی روشنی سے حاصل ہو سکتی ہے اسلئے کہ وہ سورج کی روشنی نہین ہے حقارت اور تنفر سے قبول نہ کرنا کیسا کچھ قابل تضحیک ہوگا۔ پس اگر انسان کی ترکیب اور فطرت سے اور اون کیفیات

سے جنمین وہ پیدا کیا گیا ہے یا حقیقت اشیا سے ذرہ بھی اشارہ پاکر نا یہ پایا جاتا ہو کہ وہ نیکی کے قانون کے ماتحت پیدا ہوا ہے تو چاہئے کہ طریقہ شک خود اوسکو نیکی کے عمل پر مضبوط اور مستحکم طرح پر آمادہ کرے تا کہ ایسا نہو کہ اوس طریقہ زیست سے جو قانون قدرت نے (جو کچھ کہ وہ قانون قدرت ہو) اوسکے لئے معین کیا ہے برگشتہ ہونیکا اور اپنی طبع زاد راہون مین جسکے نہ خطرونکا اور نہ انجام کا اوسکو وقوف ممکن ہے قدم مارنیکا ہولناک تجربہ اوسکو حاصل ہو۔ کیونکہ گو کوئی خطرہ نظر نہ آوے تاہم تاریکی اور جہل اور اندھا پن ہرگز کسی طرح امنیت کی حالت نہین ہین۔

دوم۔ ہماری نادانی بہت سی باتون کی نسبت جو دین کے خلاف اعتراضات سمجھے جاتے ہین ایک مناسب جواب ہے مخصوص ان اعتراضات کی نسبت جو بدی کے ظاہری آثار سے اور طبیعت عالم کے نظام اور اس جہان کے انتظام مین بیضابطگی کی ظاہری صورت سے پیدا ہوتے ہین۔ دیگر کل حالتون مین کسی نظم و نسق کی بھلائی یا برائی پر حکم لگانے کے واسطے یہ امر لابدی سمجھا جاتا ہے کہ اوس نظم و نسق سے تمام و کمال پوری پوری وقفیت ہو گو وہ نظم و نسق ایسا ادنی اور محدود کیون نہو جیسے انسان کے تجویز کئے ہوئے ہوتے ہین اور کیسی ہی ساخت کیون نہو جو انسان کی تجویز کی ہوئی ہے وہ نہایت ادنی اور سطحی نظر کرنے سے بہت زیادہ اور بخوبی سمجھ مین آسکتی ہے کہ اس جہان کے انتظام کا وہ جزوی حصہ جس سے ہم واقف ہین بمقابلہ اس جہان کے نظم و نسق اور نظام کے سمجھ مین آسکتا ہے یعنی بمقابلہ اوس کل قوانین کے جسکے ذریعہ سے اوسکا انتظام ہوتا ہے سمجھ مین آسکتا ہے حقیقت اشیا سے ہمارے ناواقف

ہونے کی وجہ سے اور پروردگار کے اوس ضابطہ کی ناواقفیت کیوجہ سے جو اس
عالم کے انتظام مین مبذول ہے اور اوس تعلق کیوجہ سے جو مختلف حصے ایک
دوسرے سے اور کل نظام سے رکھتے ہین اور کل کا مآل ہماری نظرون سے
پوشیدہ ہونے کی وجہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ معاملات کیسے ہی کامل کیون نہون
تاہم وہ خواہی نخواہی بلکہ بالضرور ہمیشے کچہ کہ وہ ہین اوس سے کم درجہ کامل معلوم ہونگے
سوم چونکہ نظام طبیعت عالم اور اس جہانکے انتظام مین پروردگار
کے قواعد اور منشات ہماری فہم سے باہر ہین لہذا ہمکو چاہئے کہ اپنی نادانی کے مقر
ہون اور اوسپر راضی رہین۔ اور اپنے خیالات کو اون باتون سے جو ہماری پہونچ
سے باہر اور پرے ہین پہیرین۔ اور اون باتون کیطرف جو ہماری حسب لیاقت
ہین اور جنسے ہمکو واقعی سروکار ہے لگاوین حصول علم پر ہماری سچی خوشی موقوف
نہین ہے جو کوئی ذرہ بھی اسباب پر توجہ کریگا تو اوسکو دریافت ہوگا کہ نفس
حصول علم سے نہین بلکہ اوسکے سلسلہ تحصیل سے نفس کی تفریح ہوتی ہے حق تو
یہ ہے کہ اگر انسان کی سچی خوشی نفس حصول علم پر اس نظر سے کہ وہ ایک طرح
کا مقبوضہ یا خزانہ ہے مشتمل ہوتی تو اون لوگون کی جو اوسکے سب سے بڑے
حصہ پر قابض ہوتے بہت بری گذرتی کیونکہ وہ اور ونکی نسبت اسمعاملہ مین اپنی
کم مائگی سے بدرجہ غایت واقف ہوتے اور ایسی صورت مین وہ جو علم بڑہاتا
بدرجہا رنج کو ترقی دیتا۔ پس چاہئے کہ محققان غوامض حکمت اور متجسسان اسرار
قدرت کو ذرہ یاد دلایا جاوے کہ جو کچہ وہ کر رہے ہین اوسمین وہ ہو کا نہ کہاوین۔ اگر
اونکی تحقیقات نیکی اور دینداری کے حق مین بطور اثبات کے کارآمد ہے یا

اونکے عمل پر تحریک دیتے ہین یا اونکی امداد مین کار آمد ہے یا اگر اونکا رجحان زندگانی کے رنج والم کم کرنے اور اوسکی راحتون مین ترقی دینے کیطرف ہے تو ایسی صورت مین اونکا شغل نہایت کار آمد ہے لیکن محض اشیا کی ماہیت کا انکشاف کسی اور طرح کار آمد نہین ہے سوائے اسکے کہ موجب تفریح طبع ہو۔

اور یہ امر ہرگز بیجا نہین ہے بشرطیکہ وہ وقت جو مفید تر کامون مین صرف ہونا چاہیئے اونپر صرف نہ کیا جاوے۔ مگر ظاہر ہے کہ ہماری شست کیواسطے ایک اور ہی نشانہ تجویز کیا گیا ہے اور ایک اور ہی منشا معین کیا گیا ہے جسکی طرف ہمین اپنی زندگانی کو رجوع کرنا چاہیئے اور یہ منشا ایسا ہے کہ اوس مین ہوشیار سے ہوشیار کا ناکام ہونا اور جاہل سے جاہل کا کامیاب ہونا ممکن ہے۔ پوشیدہ باتین ہمارے خداوند خدا کی ملک سے ہین لیکن وہ باتین جو ظاہر کیگئی ہین ہمارے اور ہماری اولاد کی ملک ہمیشہ کے لئے ہین تا کہ ہم شریعت کے کل احکام بجا لاوین حضرت موسیٰ کے اس خیال کی عام غرض یہ ہے کہ وہ علم جو ہمکو ہمارے فرائض سکھاتا ہے یا اوسکے بجا لانے مین ہماری مدد کرتا ہے وہی ہمارے کار آمد ہے۔ نظام عالم اور سلسلہ قانون فطرت اور قدرت مطلقہ جو اس جہان کے انتظام مین مبذول ہے یہ سب باتین ہماری رسائی سے باہر ہین۔ اور یہ کہ اگر ہم ان باتون سے واقعی واقف ہو جاسکتے تو اوسکا نتیجہ کیا ہوتا نہایت مشتبہ ہے۔ آیا اوس سے ہمکو اوس مین جو حالت موجودہ مین ہمکو کرنا ہے مدد ملتی یا اوس سے منحرف کر دیتی۔ پس اگر کوئی دائرہ علم اور فکر اور شغل ایسا ہو جو ہماری لیاقتون کے مناسب اور ہمارے لئے نہایت ضروری ہو تو یقیناً چاہیئے کہ

اپنے اس خاص کام کے کرنے مین ہمہ تن مصروف ہون اور کل دیگر باتون کو ہیچ
سمجھین یعنی اپنے اس کام کے مقابلہ مین ہیچ سمجھین - چنانچہ حضرت ایوبؑ قانون
قدرت کے علم سے بحث کرتے ہین کہ وہ ہماری فہم سے کسقدر باہر ہے اور عموماً دانش
کا ذکر کرنے مین فرماتے ہین کہ خدا اوسکی راہ کو سمجھ سکتا ہے اور وہی اوسکے موقع کو
جانتا ہے - اور انسان سے وہ یون کہتا ہے کہ دیکھ خداوند کا خوف یہ ہی دانش
ہے اور بدی سے کنارہ کرنا عقلمندی یہ ہی ہے - ممکن ہے کہ اور روحون کے مخلوقات
پر شاید مصالح ایزدی ظاہر کیگئی ہون اور پروردگار کے منصوبے اور طریقے جو اس
عالم کی آفرینش اور انتظام مین مرعی ہین بتائے گئے ہون - بہرحال ہماری حیثیت
اور منصب کو یہ بات حاصل نہین ہے - اس نظر سے کہ یہی اوسکا کام اور خدمت
ہے وہ دانش جسکی تمنا انسان کو کرنی چاہئے خدا کا خوف اور بدی سے کنارہ کشی
ہے اور بس - اسی بات کا اور اسی مضمون کے ضمن مین واعظ کی کتاب کے آخر
مین ذکر آیا ہے - اگرچہ ہماری نادانی سے اور اوس قلیل واقفیت سے جو ہم اور اشیا
کے بارہ مین رکھتے ہین ایک دلیل معقول حاصل ہوتی ہے کہ ہمکو اپنے تئین تشویش
مین ڈالنا نہ چاہئے - تاہم اوس سے وہ بات جو کل معاملہ کا مآل ہے تصدیق
نہین ہوتی یعنی یہ کہ خدا سے ڈر اور اوسکے احکام بجا لا کیونکہ انسان کا تمام و کمال فرض
یہ ہی ہے چنانچہ منجملہ اون لوگون کے جنہون نے آدمیون کو بمقابلہ علم اخلاق کے
دیگر علوم پر جانفشانی کرنے اور اونپر زور دینے سے باز رکھنے کی کوشش کی سقراط پہلا
نہ تھا - ہمارا دائرہ عمل نیکی اور دینداری پر اور اخلاق اور طرز معیشت پر یعنی طبیعت کی اصلاح
اور دل کے پاکیزہ کرنے پر محدود ہے - یہ وہ مزرع ہے جسکی کاشت ہمکو تفویض کی

ہے- فی الواقع مقام حیرت ہے کہ اوسکی غور و پرداخت مین کسقدر چہ غفلت ہوئی ہے
انسان کی خوشی قطعًا نیکی پر منحصر ہے اور اسباب پر مشتمل ہے کہ اعمال نیک نیک نیت
اور طبیعت یا دل سے پیدا ہون - افعال ظاہر بالکل ہمارے اختیار مین ہین -
اور باقی رہا سو یہ ہے کہ ہم اپنے دل پر قابض ہوتا اور اپنے ہوائے نفس اور طبیعت اور
رغبتونکو بس مین رکھنا اور اونکا اہتمام کرنا سکھین - تا کہ ہم خوف اور حسد اور بغض اور
طمع اور حرص کی ناتوانیون سے نجات پاوین بایں نظر کہ وہ بدیان دلمین جاگزین
ہو گئی ہین نجات پاوین اور نیز اس نظر سے نجات پاوین کہ یہ باتین ایک غیر مناسب
مزاج کو عمومًا شامل ہین اور اسطرح کی غیر مناسب طبیعت سے کل غلط فہمی کی کوششین
اور زندگانی کی بیشتر ناخوشیان پیدا ہوتی ہین - پس وہ شخص جو ایک قاعدہ بھی
جس سے اس کام مین مدد ملے ڈھونڈ کر نکالے اوسکا بار احسان نسبت کل دیگر
علوم کو ترقی دینے والونکے بنی آدم پر بدرجہا زیادہ ہوگا -

آخر الامر ہمکو چاہئے کہ اوس نکوئی اور قدرت اور دانش غیر متناہی کی جو
ہماری فہم سے باہر ہے از بس عظمت کرین - دانش کی اصل حقیقت کسپر ظاہر ہوگئی
ہے؟ یا کسنے اوسکی دانشمندانہ مصلحتون کو جانا ہے؟ ایک ہے دانا اور نہایت ڈرنے
کے لایق خداوند جو اپنے تخت پر بیٹھا ہے - اوسنے اوسکو پیدا کیا اور دیکھا اور شمار
کیا اور اپنے سارے کام اوسپر اجرا کئے - پس جبکہ دانش اور قدرت غیر متناہی کی
چند بلکہ دو ایک تاثیرات سے واقف ہونا مثلًا بعض اجرام فلکی کے مقام اور اونکے
جسم کی بزرگی اور اونکی گردش سے واقف ہونا ایک بہت بڑی بات سمجھا جاتا ہے تو ہمارے
دلونکو اوسکی نسبت جسنے ہر ایک کا اونمین سے مقام اور حد اور دایرہ حرکت معین کیا

جن سب پر کمال استحکام کے ساتھ بلا برعمل ہوتا ہے کیسے خیالات سے معمور ہونا چاہیے
جسنے افلاک کو بسیط کیا اور ستارونکا شمار کرتا ہے اور سبہونکو اونکے نام سے پکارتا ہے
جسنے زمین کی بنیادین ڈالین جو اوسکی خاک کو پیمانہ مین جانچتا ہے اور پہاڑونکو
کانٹے مین اور پہاڑیونکو ترازو مین تولتا ہے - اور جبکہ ہم کل مناظر کا جو ہمارے
دیکھنے مین آسکتے ہین شمار کر چکین تو یہ کہنا لازم ہے - کہ دیکھو یہ اوسکی راہونکا ایک
حصہ ہے لیکن خود اوسکی بابت کسقدر کم سُننے مین آتا ہے کیا تو تلاش سے خدا کو
پاسکتا ہے ؟ کیا تو قادر مطلق کو کامل طور سے پاسکتا ہے ؟ وہ تو مثل آسمان کے
بلند ہے تو کیا کرسکتا ہے ؟ تحت الثریٰ سے عمیق تر ہے تو کیا جان سکتا ہے ؟

غرض خلاصہ یہ ہے کہ دل کی کمال فروتنی سے ہم اپنے تئین ہیچ سمجھین
کہ ہم اپنے مزاج کو حق تعالیٰ کی اطاعت بیچون وچرا کے لئے اصلاح پر لاوین اور
اوسکی پروردگاری کے کل طریقون کی نسبت جو وہ بنی آدم سے سلوک کرنے
مین مرعی رکھتا ہے اپنی ذات مین تسلیم مطلق کا مزاج پیدا کرین اور کمال روح
کے انکسار سے اوسکے آگے سرنگون ہون - اور اس سماوی حمد وثنا مین شریک
ہون - ایخداوند قادر مطلق تیرے کام کیا ہی بزرگ اور حیرت افزا ہین - تیری
راہین اے مقدسین کے بادشاہ راست اور صادق ہین کون تجھسے ایخداوند
نہ ڈریگا اور تیرے نام کی ستایش نہ کرے گا ؟

تمت

۳۰ م ے